جناب نور محمد غفاری - ریسرچ سکالر
پشاور یونیورسٹی

لوازماتِ تفسیر
یا
تاویلِ صحیحہ

قرآن مجید ایک عظیم ترین کتاب ہے - جو عظیم ترین زبان میں، عظیم ترین رسول صلے اللہ علیہ وسلم پر عظیم ترین فرشتے کے ذریعے، عظیم ترین خطہ ارض پر عظیم ترین مہینے میں نازل ہوئی - جو قلوب اور دماغ حامل قرآن ہیں، خواہ از روئے صرف و صورت ہوں یا شرح و ایضاح ان کی عظمت و رفعت اور فضل و بزرگی کا تو ٹھکانا ہی کیا ہے ؟

جس طرح قرآن مجید ابدی اور دائمی تعلیمات کا سرچشمہ ہے اسی طرح وہ خوش نصیب افراد، جنہوں نے اپنی زندگیاں قرآن مجید کی تعلیمات کو عام کرنے میں گزار دیں، حیات سرمدی پا گئے - حتیٰ کہ وہ شہر جہاں انہوں نے جنم لیا تھا - ان کے نام بھی تاریخ کے سینہ میں محفوظ ہو گئے اور آج کا مصنف بھی جب تاریخ التفسیر پر قلم اٹھانا چاہتا ہے تو اسے آمل کا شہر بھی یاد رکھنا پڑتا ہے جہاں شیخ طبری نے وفات پائی تھی - اگرچہ اُن میں سے اکثر و بیشتر گوشہ گمانی سے اُٹھے تھے - مگر تاج سلطانی ان کی پابوسی کے لیے چلا آیا تھا - گو انہیں شاہانہ زندگی نصیب نہ ہوئی نہ انہوں نے خواہش کی مگر شاہ وقت نے ان کے سامنے زانوئے تلمیذ ٹیک دیئے تھے - وہ جب تک زندہ رہے شہرت و نیک نامی کے آسمان پر درخشندہ و تابندہ ستارہ بن کر چمکے - جب دُنیا سے رخت سفر باندھ رہے تھے تو " خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَہٗ " ان کا زادِ راہ تھا - قبر میں گئے تو اسے جنت کے باغوں میں سے ایک باغ پایا اور قیامت کے دن جب دربار خداوندی میں پہنچیں گے تو اُن کا حساب " حِسَاباً یَّسِیْراً " ہو گا اور جنت میں ان کے لیے وہ نعماء ہیں جنہیں نہ کبھی کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کانوں نے ان کے تذکرے سنے ہیں اور نہ کبھی کسی فرد کے دل میں ان کی کیفیت کے بارے میں خیال گزرا ہے -

بے شک علم التفسیر ایک بہت بڑا علم ہے اور ایک سمجھدار انسان کی سب سے بڑی خواہش یہی ہو سکتی ہے کہ وہ اس سعادت دارین کو حاصل کرلے - لیکن یہ علم جتنا خود عظیم ہے اتنے عظیم المرتبہ تقاضے بھی رکھتا ہے - انہیں تقاضوں کو ہم آسان لفظوں میں " لوازمات " کا

نام دیں گے۔ ان کے حصول کے بغیر تفسیر کا کام موجب برکت اور ثواب کی بجائے باعثِ عذاب بن جاتا ہے اور جنت کی نعماء گوناگوں دلانے کی بجائے "عَذَابَ السَّعِيْرُ" کے لیے تیار کر دیتا ہے۔ یہی وہ خطرہ تھا جسے زبانِ نبوت نے ان الفاظ میں تعبیر فرمایا ہے :۔

مَنْ فَسَّرَ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ ۔ (مسند امام احمد بن حنبل) "جس نے بغیر علم کے تفسیر کی اسے چاہیئے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔"

آیئے ہم لوازماتِ تفسیر پر روشنی ڈالتے ہیں۔ انہیں ہم دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں :۔

۱۔ شروطِ تفسیر ۲۔ علومِ تفسیر

۱۔ شروطِ تفسیر : شروطِ تفسیر کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل امور قابلِ ذکر ہیں :۔

(ا) اعتقاد کا صحیح ہونا۔ (ب) تقوے۔ (ج) نورِ باطن۔ (د) صحتِ مقصد۔

ا۔ اعتقاد کا صحیح ہونا آدابِ تفسیر میں پہلی شرط صحتِ اعتقاد ہے۔ امام ابو طالب طبریؒ اپنی تفسیر کی ابتدا میں اس کے بارے میں لکھتے ہیں "معلوم رہے کہ مفسّر کے واسطے جو شرطیں (آداب) لازم ہیں ان میں سے پہلی شرط" اعتقاد کا صحیح ہونا "ہے۔ اور سُنّتِ دین کا لزوم اور اُس پر مداومت کے ساتھ عمل پیرا رہنا ہے۔ کیونکہ جو شخص اپنے دین (اعتقاد) کے بارے میں بدنام ہو گا۔ اس کا دنیوی امور کے متعلق بھی اعتبار و اعتماد نہیں کیا جائے گا۔ چہ جائیکہ دینی معاملات میں اعتماد کیا جائے۔ پھر جب اس دنیا سے متعلق خبر یا گواہی دینے پر دینِ اسلام میں اس پر اعتماد نہیں کیا جاتا۔ تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ اسرارِ الٰہیہ کی خبر وہی اس کی طرف سے صحیح مان لی جائے۔ اور اگر وہ شخص الحاد کی وجہ سے بدنام ہُوا ہو تو اس کی طرف سے یہ خطرہ رہتا ہے کہ وہ باطنیہ یا غالی رافضی فرقہ کی مانند لوگوں کو دھوکے اور فریب کے دام میں پھنسا کر گمراہ کر دے گا۔ اور اگر وہ کسی دنیادی بے جا خواہش میں مبتلا ہے تو بھی اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے کہ اس سے خطرہ ہے کہ اس کی نفسانی خواہش اور طمع اسے قرآن کی ایسی تفسیر کرنے پر آمادہ کر دے جو اس کی بدعت ہی کے موافق ہو۔ جیسا کہ قدریہ فرقوں کا طریقہ ہے کہ ان میں سے جو تفسیر کی کتاب لکھتا ہے تو محض اس مقصد سے کہ لوگوں کو سلف صالحین کی پیروی اور طریقِ ہدایت سے باز رکھے۔"

(بحوالہ الاتقان فی علوم القرآن نوع ۸۰)

ب ۔ تقویٰ قرآن کی تفسیر کے لیے دُوسری بڑی شرط تقوےٰ ہے۔ ویسے تو اپنی اہمیت کے اعتبار سے تقویٰ کی شرط اوّلیت کی حقدار ہے لیکن جب عقیدہ درست ہوگا تب ہی تقویٰ پیدا ہو گا۔ تقویٰ کی اہمیت بحیثیت شرطِ تفسیر کا اندازہ اس فرمانِ باری سے لگایا جا سکتا ہے جس میں قرآن حکیم کو ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ (پرہیز گاروں کے لیے ہدایت) فرمایا اور ظاہر ہے کہ بغیر تقوےٰ کے نہ جانے نفس اور شیطان کہاں کہاں بھٹکاتے رہیں ؟

ج ۔ نورِ باطن تقوےٰ کے نتیجے میں نورِ باطن پیدا ہو گا۔ مفسّر کے لیے نورِ باطن کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ اگر ایک شخص تمام علوم تفسیر میں مہارت تامہ ہی کیوں نہ رکھتا ہو اگر اس کا عمل، تعلیماتِ قرآنیہ کے خلاف ہو تو اس کی تفسیر سے نورِ ہدایت نہیں پھیلے گا۔ اور نہ ہی وہ مفسّر خود قرآنی معارف سے آشنا ہو گا۔ یہ اثر عمل کی قوت اور کمزوری کے اعتبار سے قوی اور کمزور ہو گا۔ سید سُلیمان ندویؒ نے فرمایا :۔

"مولانا ابو الکلام کا ایک فقرہ اس باب میں خُوب ہے انھوں نے ایک دفعہ کہا تھا کہ کبھی حضرت شاہ ولی اللہؒ اور سر سید احمد خاں ایک ہی بات کہتے ہیں مگر ایک سے ایمان پرورش پاتا اور دوسرے سے کفر"۔

(مولانا سید سلیمان ندوی کا غیر مطبوعہ مکتوب جنوری ۵۹ء مندرجہ العلم)۔

د ۔ صحتِ مقصد ابو طالب طبریؒ نے لکھا ہے :۔ مفسّر کی شرطوں میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ جو بات کہتا ہو اس میں اس کا مقصد صحیح ہو تاکہ اس طرح وہ راستی اور راست روی پر قائم رہ سکے اس لیے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا :۔

والذین جاھدوا فینا لنھدینّھم سبلنا (العنکبوت) (آخری آیت)	"اور جو لوگ ہمارے لیے کوشش کریں ہم ضرور اُنہیں اپنے رستے دکھائیں گے۔

اور مقصد میں خلوص جب ہی پیدا ہو گا جب دنیا سے بے تعلقی اختیار کرے۔ کیونکہ دنیوی رغبت رکھنے کی صورت میں وہ اس بات سے مامون و محفوظ نہ ہو گا کہ اس کو ایسی غرض تفسیر کرنے پر آمادہ کر دے جو کہ اسے اس کے صحیح مقصد سے روک دے۔ اور اس کے عمل کی صحت کو فاسد کر رہے"۔

(بحوالہ الاتقان)

۲- علوم تفسیر:- یہ وہ علوم ہیں جن کی مفسّر کو حاجت ہے اور جو اِن علوم کا جامع اور ماہر ہو اسے تفسیر قرآن کی اجازت ہیں اور وہ مندرجہ ذیل پندرہ علوم ہیں :-

(۱)- علم لغت (۲) علم نحو (۳) علم قرآت (۴) علم صرف (۵) علم اشتقاق
(۶) علم معانی (۷) علم بیان (۸) علم بدیع (۹) علم اصول دین (۱۰) علم اصول فقہ
(۱۱) علم اسباب نزول (۱۲) علم ناسخ و منسوخ (۱۳) علم فقہ (۱۴) علم حدیث (۱۵) علم وہبی یا لدنی -

اب ان میں سے ہر ایک کی مختصر تشریح کرتے ہیں :-

۱- علم لُغت مفرداتِ قرآن کی شرح اور ان کے سوالات باعتبار وضع علم اسی علم کے ذریعے معلوم ہوتے ہیں۔ بالفاظِ دیگر الفاظِ قرآنی کے معنی مراد سمجھنے کے لیے لغتِ عرب کا جاننا نہایت ضروری ہے۔ قرآن مجید نے خود دعوےٰ کیا ہے کہ وہ "بلسان عربی مبین" ہے اور کئی مقامات پر مختلف انداز میں اس بات کی رضامندی ملتی ہے۔ مثلاً :-

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۔ (یوسف : ۳)	"بے شک ہم نے قرآن مجید کو عربی زبان میں اُتارا تاکہ تم سمجھ سکو۔"

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ابن زبعری نامی ایک شخص نے قرآن حکیم کی آیت :-

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ	"بے شک تم جن کی ماسوا اللہ کے پوجا کرتے ہو وہ جہنم کا ایندھن ہیں۔"

پڑھی اور اس کے بارے میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ جب ہر معبود من دون اللہ جہنم کا ایندھن ہے تو ان انبیاء علیہم السلام اور صالحین امت کا کیا حشر ہوگا جنہیں ان کے غالی مقلدین نے معبود بنا لیا (در اصل اس شخص کا خیال یہ تھا کہ کلمہ "ما" ذوالعقول اور غیر ذوالعقول دونوں کے لیے ہے) اس پر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

مَآ اَجْهَلَكَ بِلُغَةِ قَوْمِكَ اِمَّا فَهِمْتَ اِنَّ مَا لِمَا لَا يَعْقِلُ ۔ (بحوالہ تفسیر ابی سعودؒ)	"تو اپنی قوم کی لُغت سے کتنا بے خبر ہے کہ تو اتنا بھی نہیں جانتا کہ "ما" کا کلمہ غیر ذوالعقول کے لیے ہے (ذوالعقول کے لیے نہیں)۔"

اس سے ظاہر ہے کہ نبی اکرمؐ کی نگاہ میں لغت کی کیا اہمیت تھی -

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "حضرت امام مالکؒ نے فرمایا" اگر میرے پاس ایسا شخص کہ قرآن مجید کی تفسیر کہتا ہو لیکن لغتِ عرب کا عالم نہ ہو تو میں اس کو ضرور دوسروں کے لیے نمونہ عبرت بناؤں گا"
(الزبیدی صـ۵۳۹ جلد ۴)

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "کسی ایسے شخص کے لیے جو اللہ تعالےٰ اور قیامت کے دن پہ ایمان رکھتا ہے یہ بات جائز نہیں کہ جب تک وہ لغتِ عرب کا عالم نہ ہو اس وقت تک کتاب اللہ کے بارے میں کچھ کلام کرے"
(الاتقان نوع ۸۰)

مصر کی مشہور و معروف فاضل شخصیت مفتی محمد عبدہٗ (متوفی ۱۳۲۳ھ) فرماتے ہیں :-

"اُمتِ محمدیہ کے لیے لغت کا تحفظ اور اس کے لیے تحقیق و تدریس کا اختیار کرنا بہت بڑی فضیلت اور اُمت کے لیے حیات ہے کیونکہ جس امت کی لغت مر جائے وہ امت دُنیا سے مٹ جاتی ہے لیکن امت محمدیہ کا یہ لغت کا تحفظ فہم قرآن کے لیے ہو"

سلف صالحین نے اس علم کا خاص اہتمام اور التزام کیا تھا۔ عبداللہ بن عطیہ دمشقی متوفی ۳۸۳ھ کو استدلال تفسیر کے سلسلہ میں ۵۰ ہزار اشعار یاد تھے۔

۷۴۵ھ کے مفسر قرآن ابو حیان الاندلسی فرماتے ہیں :-

"میں نے بچپن ہی میں علم لغت میں "کتاب الفصیح" اور اس علم کی دیگر کتب کو از بر کر لیا تھا اور عربی دیوانوں میں سے چھ شعراء امراءُ القیسؔ، نابغہؔ، علقمہؔ، زہیرؔ، طرفہؔ اور عنترہ کے دیوان بھی یاد کر لیے تھے"

(بحوالہ تذکرۃ المفسرین از مولانا قاضی زاہد الحسینی مدظلہ)

علامہ زرکشیؒ فرماتے ہیں :-

"مطلق لغت کو ماخذ (تفسیر) بنانا (بھی جائز ہے) کیونکہ قرآن شریف کا نزول عربی زبان میں ہوا ہے"
(البرہان)

لیکن یاد رہے کہ یہاں لغت کے علم سے مراد سطحی قسم کا علم نہیں بلکہ وہ اعلےٰ درجے کا علم ہے جو مفرداتِ زبان، الفاظ و معنی کی در و بست، جملوں کی تراکیب، حسن کلام فصاحت و بلاغت وغیرہ تمام امور کا کفیل ہو۔

۲۔ علمِ نحو اس کا جاننا اس لیے ضروری ہے کہ معانی کا تغیّر و تبدّل، اعراب کے اختلاف سے وابستہ ہے لہٰذا اس کا اعتبار کئے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

ابوعبیدؒ نے حضرت حسنؒ سے روایت کی ہے کہ اُن سے اس شخص کی بابت سوال کیا گیا جو زبان سے الفاظ کو ٹھیک طور پر ادا کرنے اور عبارتِ قرآن کو درست طور پر پڑھنے کی غرض سے عربی زبان کی تعلیم حاصل کرتا ہو تو حضرت نے جواب دیا "اس کو ضرور سیکھنا چاہیئے کیونکہ ایک آدمی کسی آیت کو پڑھتا ہے وہ اس کے وجہ اعراب میں بھٹک کر ہلاک ہو جاتا ہے۔"

۳۔ علمِ قرأت اس کا جاننا نہایت ضروری ہے اس لیے کہ مختلف قرأتوں کی وجہ سے مختلف معانی معلوم ہوتے ہیں اور بعض معانی کی دوسروں پر ترجیح معلوم ہوتی ہے۔

۴۔ علم الصرف اس سے لفظوں کی بنا اور صیغوں کا علم حاصل ہوتا ہے۔ ابن فارسؒ نے کہا ہے کہ "جس شخص سے تصریف کا علم فوت ہو گیا اس کے ہاتھوں ایک عظیم الشان چیز جاتی رہی کیونکہ مثلاً "وجد" ایک مبہم کلمہ ہے مگر جب ہم اس کی گردان کریں گے تو وہ اپنے مصدر کے ذریعے واضح ہو جائے گا۔"

صاحبِ کشف علامہ جاء اللہ زمخشری نے کہا ہے "جس شخص نے "یوم ندعوا انا سیل بامامہم" کی تفسیر کرتے ہوئے یہ کہا کہ یہاں لفظ اِمَامٌ، اُمٌّ کی جمع ہے اور قیامت کے دن لوگ اپنی ماؤں کے نام سے منسوب کر کے پکارے جائیں گے تو یہ ایک بالکل نرالی تفسیر ہے۔ اور اس غلطی کا سبب درحقیقت اس مفسّر کی علم تفسیر سے لاعلمی ہے۔ کیونکہ از روئے تصریف "اُمٌّ" کی جمع "اِمَامٌ" کے وزن پر آ ہی نہیں سکتی۔"

(بحوالہ الاتقان نوع ۷۸)

۵۔ علم اشتقاق پانچواں اشتقاق کا جاننا ضروری ہے اس لیے کہ لفظ جب دو مادوں سے مشتق ہو تو اس کے معنی مختلف ہوں گے۔ مثلاً لفظ "مسیح" اس کا اشتقاق "مسح" سے بھی ہے جس کے معنی چھونے اور ہاتھ کے تر کر کے کسی شئے پر پھیرنے کے ہیں اور "مساحت" سے بھی ہے جس کے معنے پیمائش کے ہیں اور "سیاحت" بھی اس کا مادہ ہو سکتا ہے۔

۶۔ علم بیان اس سے تراکیب کلام کے خواص کی معرفت ان کے وضوحِ دلالت اور اخفائے دلالت میں مختلف ہونے کے اعتبار سے حاصل ہوتی ہے آسان لفظوں میں

یوں سمجھئے کہ علم بیان کے ذریعے کلام کا ظہور و خفا اور تشبیہ و کنایہ معلوم ہوتا ہے۔

۷۔ علم معانی اس علم سے کلام کی ترکیبیں معانی کے اعتبار سے معلوم ہوتی ہیں۔

۸۔ علم بدیع اس سے وجوہِ تحسین کلام کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں:-
"یہ تینوں علوم (علم بیان، علم معانی اور علم بدیع) بلاغت کہلاتے ہیں۔ اور مفسر کے لیے یہ تینوں علم بڑے رکن کہلاتے ہیں۔ کیونکہ اس کے واسطے مقتضائے اعجاز کی مراعات ضروری چیز ہے اور وہ مقتضیٰ صرف انہی علوم کے ذریعے سے معلوم ہو سکتا ہے۔"

سکاکیؒ کا قول ہے "معلوم رہے کہ اعجاز کی کچھ عجیب ہی شان ہے جس کا ادراک تو ہوتا ہے لیکن اس کو زبان سے لفظوں میں ادا کرنا ممکن نہیں۔ جیسے وزن شعر کی درستی سمجھ میں تو آتی ہے لیکن زبان اس کے اظہار سے قاصر رہتی ہے یا جس طرح ذائقہ کو زبان محسوس تو کر لیتی ہے لیکن زبان سے اس کا اظہار ممکن نہیں اور غیر سلیم الفطرت لوگوں کے واسطے علوم معانی و بیان کی مشق بہم پہنچائے بغیر کوئی طریقہ اعجاز قرآن معلوم کرنے کا نہیں۔" (مفتاح العلوم)

ابن الحدید کا بیان ہے "جاننا چاہیئے کہ کلام کی قسموں میں سے فصیح اور افصح اور رشیق (نفیس) اور ارشق کا پہچان لینا ایک ایسا امر ہے جس کا ادراک بجز ذوقِ سلیم کے اور کسی ذریعے سے نہیں ہو سکتا اور اس پر دلالت کا ہونا غیر ممکن ہے بلکہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے دو حسین و جمیل لڑکیاں ہوں اور اُن میں سے ایک کا حلیہ یہ ہو کہ سرخ و سفید، نازک گلاب کی پنکھڑی سے مشابہہ رنگت، پتلے پتلے ہونٹ، دانتوں کی آب و تاب کا یہ عالم ہو کہ گویا آب دار دانتوں کی ایک لڑی ہے۔ آنکھیں ایسی کہ سُرمہ لگائے بغیر ہر وقت سرمگیں معلوم ہوں۔ رخسارہ نرم و نازک اور ہموار، ستواں ناک اور بوٹا سا قد اور دوسری نازنین اس سے اپنی خصوصیات میں گھٹ کر ہو لیکن اس کی ادائے شیریں پہلی کی نسبت زیادہ دلفریب اور دل پسند ہے۔ اب اس کی اس دل کشی کا سبب سمجھ میں نہیں آتا مگر ذوق اور مشاہدے سے اس کا احساس اور ادراک ہوتا ہے اور اس کی کوئی علت نہیں قرار دی جا سکتی۔ بس یہی حالت کلام کی بھی ہے۔ البتہ کلام اور شکل و صورت دونوں کے وصفوں میں اتنا فرق باقی رہتا ہے کہ چہروں کا حُسن اور ان کی ملاحت اور ان میں سے ایک کی دوسرے پر فضیلت ایسے شخص کے ادراک میں آسکتی ہے جس کی آنکھیں درست ہوں لیکن کلام کا ادراک بجز ذوق کے اور کسی ذریعہ سے ہرگز نہیں ہو سکتا اور یہ ضروری

نہیں کہ ہر وہ شخص جو علم نحو، لغت اور فقہ کا مشغلہ رکھتا ہو ذوقی اور وجدانی کیفیات بھی رکھتا ہوگا اور وہ ایسے لوگوں میں سے ہو جائے جو کلام کے محاسن و معائب پرکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

بلاشبہ اہلِ ذوق تو وہی لوگ ہوتے ہیں جنہوں نے علم بیان کے حصول میں اپنا وقت صرف کیا ہو اور مضمون نگاری، انشا پردازی، خطابت اور شاعری کی مشق بہم پہنچانے پر ریاضت کی ہو۔ چنانچہ ایسے افراد کو استحسانی ذوق نصیب ہو جاتا ہے اور ایسے ہی لوگوں کی طرف کلام کی معرفت اور ایک کلام کو دوسرے پر فضیلت دینے میں رجوع کرنا لائق اور مناسب ہے"۔

(بحوالہ الاتقان)

علاّمہ زمخشری فرماتے ہیں "اللہ تعالےٰ کی روشن کتاب اور اس کے معجز کلام کی تفسیر کرنے والے کا فرض ہے کہ وہ نظم کلام کو اپنے حسن پر، بلاغت کو اپنے کمال پر اور جس چیز پر تحدی (چیلنج) واقع ہوتی ہے اس کو جرح و قدح کر سکنے والی بات سے محفوظ رکھنے کا خیال رکھے"۔

ایک اور عالم کا قول ہے "اس فن کو مع اس کے تمام انواع و اقسام کے جاننا ہی تفسیر کا رکن رکین ہے اور کتاب اللہ کے عجائب بھی اس سے معلوم ہوتے ہیں اور یہی فن فصاحت کی جان اور بلاغت کی رُوح ہے"۔

۹۔ علم اصولِ دین یا اصول عقائد

یہ اس وجہ سے ضروری ہے کہ قرآن حکیم کی بعض آیات ایسی بھی ہیں جو اپنے ظاہر کے اعتبار سے ایسے معنی پر دلالت کرتی ہیں جن کا اطلاق حق سبحانہٗ و تقدّس پر صحیح نہیں۔ لہٰذا علم اصول دین کا عالم ان کی تحویل کرکے مستحیل (محال)، واجب اور جائز ہونے والی باتوں پر استدلال کرے گا۔ اس قسم کی آیات میں سے ایک مثال "ید اللہ فوق ایدیھم" ہے۔ یہاں اللہ کے ہاتھ سے کیا مراد ہے؟ اصول دین کا عالم ہی اس کا صحیح تعین کر سکتا ہے"۔

۱۰۔ علم اصول فقہ

اس علم کے ذریعے وجوہِ استدلال اور استنباط معلوم ہوتی ہیں۔

۱۱۔ علم اسبابِ نزول

اس علم کا حصول مفسّر کے لیے نہایت ضروری ہے کیونکہ:-

و۔ اسباب نزول کے علم سے آیات کے معنی واضح ہوتے ہیں اور ان کو سمجھنے میں دِقت نہیں ہوتی۔ بلکہ بعض اوقات تو سبب نزول کی معرفت کے بغیر آیت کے مفہوم کا سمجھ آنا ممکن ہی نہیں ہوتا۔

ب ۔ قرآن مجید میں بعض مقامات پر ایسا بھی ہُوا ہے کہ لفظ تو عام ہے مگر مفہوم میں خصوصیت ہوتی ہے۔ اس خصوصیت کا ادراک سبب نزول کے علم کے بغیر ناممکن ہے۔

ج ۔ بعض مواقع پر بظاہر آیت سے تجدید و حصر کا گمان ہوتی ہے۔ ایسے مواقع پر حصر کا توہم دُور کرنے کے لیے اسباب نزول کے علم سے مدد لینا پڑتی ہے۔

د ۔ بعض آیات ایسی ہیں جن میں کسی خاص شخص کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ مگر عبارت عام ہے مثلاً سورۃ الاحزاب کی آیت :

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ (الاحزاب : ۳۶)	"اور کسی مرد مومن اور عورت کے لیے یہ مناسب نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا کوئی فیصلہ کر دے تو انہیں کسی امر کا اختیار باقی رہ جائے۔"

اب اس آیت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حکم عام مومنین کے لیے ہے۔ لیکن اس آیت میں حضرت زینبؓ اور حضرت زیدؓ کی طرف اشارہ ہے۔

لہٰذا جب تک ہم اسباب نزول سے ماہر نہیں ہوں گے اس قسم کی آیات کی وضاحت ہرگز نہیں کر سکیں گے۔ الغرض اپنی متنوع ضروریات کی بنا پر علم اسباب نزول وقصص انتہائی ضروری ہے۔

۱۲۔ علم ناسخ ومنسوخ

تاکہ منسوخ شدہ آیات کو معمول بہا سے ممتاز کیا جاسکے اور محکم آیات کو ان کے ماسوا سے الگ کیا جاسکے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

" ناسخ ومنسوخ آیات کا مبحث قرآن کے دشوار ترین مقامات میں سے ایک ہے کیونکہ اگر ان کا صحیح علم نہ ہو تو آیات کا مفہوم سمجھنے میں دشواری پیش آنا ایک یقینی امر ہے۔"

(الفوز الکبیر باب چہارم فصل دوم)

۱۳۔ علم الفقہ

قرآن حکیم مکمل ضابطہ حیات اور کامل کتاب ہے جس نے دعوے کیا ہے :-

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ (الاعراف)	" ہم نے کوئی چیز ایسی نہیں چھوڑی جس کا ذکر کتاب (قرآن) میں نہ کیا ہو "

اس آیت سے یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ قرآن حکیم ہر حال اور ہر دَور کے لیے رہنما ہے

وہ ہر تقاضے کو پورا کرنے کا سامان رکھتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس حقیقت سے بھی مجال نہیں کہ قرآنِ پاک اصول و کلیات کی کتاب ہے جزئیات و فروعات کی نہیں۔ لہٰذا اگر زمانے کے بدلتے ہوئے حالات میں اس سے روشنی حاصل کرنا ہو تو اس کا کیا طریقہ ہوگا؟ اس کا جواب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ مفسرینِ کرام اور شارحین عظام علم فقہ اور اصول فقہ میں کامل دست گاہ رکھتے ہوں۔ کیونکہ یہی وہ علم ہے جس کے ذریعے سے جزئیات کے احاطہ سے کلیات پہچانے جاتے ہیں اور مسائل انتباط کیے جاتے ہیں اور بڑھتے ہوئے معاشی، معاشرتی اور سیاسی تقاضوں کو پورا کیا جاتا ہے۔

۱۴۔ علم حدیث

حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بمنزلہ قرآن مجید کی تفسیر کے ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآنی آیات کی شرح و ایضاح کا کام اپنے قول اور فعل دونوں سے کیا۔ جنہیں آپ کے جانثار صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ایک ایک کر کے محفوظ کیا ہے اور بعد میں علمائے اُمت نے اُنہیں اپنے سینوں اور سفینوں میں جگہ دی۔ لہٰذا آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی فرمودہ تفسیر آج تک حدیث کی صورت میں موجود ہے۔

کوئی مفسّر قرآن اس وقت تک صحیح تفسیر نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ حدیث اور اصولِ حدیث کا عالم نہ ہو اور بالخصوص ان احادیث کا جو قرآن پاک کی مجمل آیات کی تفسیر واقع ہوئی ہیں۔

علامہ مکحول دمشقیؒ قرآن کی تفسیر کے لیے حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اہمیت میں یہاں تک فرماتے ہیں :-

القراٰن احوج الی السنۃ من السنۃ الی القراٰن۔

"قرآن اپنی تفسیر کے سلسلہ میں سُنّت کا زیادہ محتاج ہے بمقابلہ سنت کے قرآن کے لیے (اپنی توضیح کے بارے میں)

۱۵۔ علم وہبی

حضرت مولانا محمد ذکریا شیخ الحدیث سہارن پوری لکھتے ہیں :-

"ان سب کے بعد پندرہواں وہ علم ہے جو وہبی ہے۔ جو حق سبحانہٗ و تقدّس کا عطیہ خاص ہے اور اپنے مخصوص اور باعمل بندوں کو عطا کرتا ہے جس کی طرف اس حدیث

میں اشارہ ہے :۔

مَنْ عَمِلَ بِمَا عَلِمَ وَرَّثَهُ اللّٰهُ عِلْمَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۞ (الاتقان)

" جو بندہ اس چیز پر عمل کرتا ہے جس کو جانتا ہے تو حق تعالےٰ سبحانہٗ ایسی چیزوں کا علم عطا فرماتے ہیں جن کو وہ بھی نہیں جانتا "

اس چیز کی طرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ارشاد فرمایا ہے جبکہ ان سے لوگوں نے پُوچھا تھا کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم نے آپ کو کچھ خاص علوم یا خاص وصایا عطا فرماتے ہیں ۔ جو عام لوگوں کے علاوہ آپ کے ساتھ مخصوص ہیں ۔ انہوں نے فرمایا :۔

" قسم ہے اس ذات پاک کی ! جس نے جنت بنائی اور جان پیدا کی ہے اس فہم کے علاوہ کچھ نہیں ہے جس کو حق تعالےٰ شانہٗ نے اپنے کلام پاک کے سمجھنے کے لیے کسی کو عطا فرمادیں "

ابن ابی الدین کا مقولہ ہے کہ :۔

" علوم قرآن اور جو اس سے حاصل ہو وہ ایسا سمندر ہے جو ناپیدا کنارہ ہے۔ یہ علوم جو بیان کیے ہیں مفسّر کے لیے بطور آئینہ کے ہیں ۔ اگر کوئی شخص ان علوم کی واقفیت کے بغیر تفسیر کرے تو وہ تفسیر بارائے میں داخل ہے۔ جس کی ممانعت آئی ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے لیے علوم عربیہ طبعاً حاصل تھے اور بقیہ علوم مشکواۃ نبوت سے مستفاد تھے "

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔

" شاید تجھے خیال ہو کہ علم وہبی کا حاصل کرنا بندے کی قدرت سے باہر ہے تو تمہارا گمان غلط ہے ۔ بلکہ ان کا حاصل کرنا ان اسباب کا حاصل کرنا ہے جن پر حق تعالےٰ سبحانہٗ اس کو مرتب فرماتے ہیں یعنی علم پر عمل اور دُنیا سے بے رغبتی "

حضرت امام غزالیؒ کیمیائے سعادت " میں فرماتے ہیں :۔

" قرآن شریف کی تفسیر تین قسم کے شخصوں پر ظاہر نہیں ہوتی ۔ اول وہ شخص جو علوم عربیہ سے واقف نہ ہو ۔ دوسرے وہ شخص جو کسی کبیرہ پر مُصر ہو یا بدعتی ہو کہ اس

گناہ اور بدعت کی وجہ سے اس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے معرفت قرآن سے قاصر رہتا ہے۔ تیسرے وہ شخص جو کسی اعتقادی مسئلہ میں ظاہر کا قائل ہو۔ اور کلام اللہ شریف کی جو عبارت اس کے خلاف ہو اس سے اس کی طبیعت اچٹتی ہو اس شخص کو بھی فہم قرآن سے حصہ نہیں ملتا۔ اَللّٰھُمَّ احفظنا منھم۔ آمین "

(فضائل قرآن ص ۱۶-۱۷)

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں مندرجہ بالا علوم کا خلاصہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے :-

يَجِبُ عَلَى الْمُفَسِّرِ اَنْ يَنْظُرَ فِي الْقُرْاٰنِ مِنْ وَجْهِ اللُّغَةِ وَمِنْ وَجْهِ الْاِسْتِعَارَةِ وَمِنْ وَجْهِ تَرْكِيْبِ اللَّفْظِ وَمِنْ وَجْهِ مَرَاتِبِ النَّحْوِ وَمِنْ وَجْهِ عَادَةِ الْعَرَبِ وَمِنْ وَجْهِ اُمُوْرِ الْحُكَمَاءِ الْاِسْلَامِيِّيْنَ وَمِنْ وَجْهِ كَلَامِ الْمُتَصَوِّفَةِ حَتّٰى يَقْرُبَ تَفْسِيْرُهٗ اِلَى التَّحْقِيْقِ وَلَوْ يَقْتَصِرُ عَلٰى وَجْهٍ وَاحِدٍ وَيَقْنَعُ فِي الْبَيَانِ بِفَنٍّ وَاحِدٍ لَمْ يَخْرُجْ عُهْدَةَ الْبَيَانِ۔

"مفسر کے لیے ضروری ہے کہ قرآن مجید میں غور کرتے وقت لغت، استعارہ، ترکیب الفاظ، نحو، عادتِ عرب، اسلامی حکماء کے بیان کردہ امور اور صوفیاء کا کلام مد نظر رکھے۔ اگر وہ مندرجہ بالا امور کی روشنی میں تفسیر کرے گا تو اس کی تفسیر تحقیق کے درجے پر ہو گی۔ اور اگر ان میں سے کسی ایک جہت پر انحصار یا بیان کے کسی ایک طریقہ پر قناعت کرے گا تو وہ تفسیر کے بیان سے عہدہ برآ نہیں ہو سکے گا "

(جواہر القرآن ص ۲۹)

حاصل کلام یہ ہے کہ ان علوم کا مختصر تعارف جن کا حصول تفسیر کے لیے ضروری ہے اور ان کے ذریعے اس کتاب کا علم حاصل ہوتا ہے کہ "قومیں اگر اپنے آپ کو اس میں تلاش کریں گی تو پالیں گی۔ جماعتیں اور مختلف طبقے اگر اپنے آپ کو اس آئینہ میں دیکھنا چاہیں تو دیکھ لیں گے۔ افراد، ہم اور آپ اگر اپنے کو تلاش کرنے نکلیں گے تو انشاء اللہ ناکام واپس نہیں ہوں گے "

(مولانا سید ابوالحسن علی ندوی)